خدا تعالیٰ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کو انسان بجا لا نہ سکے یا اُس کی طاقت اور قدرت سے بالا ہو۔ پس یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جب یہ کوشش ہوگی تبھی ایک مومن اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کو پانے والا ٹھہر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

تزکیہ نفس کے لئے یہ دعائیں انتہائی ضروری ہیں کیونکہ جب تزکیۂ نفس ہوگا تو لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کا صحیح ادراک بھی ہوگا۔

(سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے پر معارف تشریح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29 رمئی 2009ء بمطابق 29 ر ہجرت 1388 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح ، لندن (برطانیہ)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ ۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَااکْتَسَبَتْ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا

طَاقَةَ لَنَابِہٖ۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاغْفِرْلَنَا ۔وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن (البقرہ:287)

جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اُس کے لئے ہے جو اُس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اُسی پر ہے جو اُس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلے پر نصرت عطا کر۔

اس آیت کے شروع میں ہی خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہ اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی صلاحیتوں اور اس کی استعدادوں سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ پس وسعت کا لفظ جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کی محدود صلاحیتوں اور استعدادوں کو سامنے رکھتے ہوئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے ظاہر ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں گزشتہ خطبوں میں بتا چکا ہوں خدا تعالیٰ کے لئے وَاسِع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ خدا کی صفت اور نام ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ صلاحیتوں کی اور استعدادوں کی کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں جامع الصفات ہے اور تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے وہاں اس کی طاقتوں اور قدرتوں اور علم کی اتنی وسعت ہے جس کا کوئی کنارا نہیں۔ اس لئے اُن کے احاطہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال اس آیت کے حوالے سے مَیں چند باتیں کہوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں ہیں کہ انسان کو مختلف حالات میں اس کی وسعت کے لحاظ سے، اس کی طاقتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے مکلّف بنایا گیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کو انسان بجا نہ لا سکے یا اُس کی طاقت اور قدرت سے بالا ہو۔ پس یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جب یہ کوشش ہو گی تبھی ایک مومن اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کو پانے والا ٹھہر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ احکامات جو انسان کی طاقت اور استعدادوں کے مطابق ہیں، دے کر ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اور خلاف عقل یہ نظریہ پیش نہیں کرتا کہ ایک معصوم نبی

کو تورات کی تعلیم کے مطابق لعنتی موت مارا کہ قیامت تک آنے والے لوگ غلطیاں کرتے رہیں، گناہ کرتے رہیں، خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل رہیں، تب بھی کوئی فکر کی بات نہیں ہے کیونکہ ایک معصوم نبی اور اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اُن کے اِن گناہوں کے لئے لعنتی موت قبول کر چکا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا کیا فطرت کے مطابق اور حکیمانہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہر ایک کی کمزوریوں اور صلاحیتوں کے مطابق ہیں اور پھر یہ کہ انسان کا نیک اعمال بجالانا اور ان کو بجالانے کے لئے کوشش کرنا اسے تمام گناہوں سے کلّیۃً پاک نہیں کر دیتا۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی رگوں میں شیطان خون کی طرح دوڑ رہا ہے۔ اس لئے کئی ایسے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں کہ انسان بعض غلطیاں اور گناہ غیر ارادی طور پر کر لے تو اُس کا کام ہے کہ استغفار کرتے ہوئے ان سے بچنے کی کوشش کرے اور نیکیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے۔ اُن اعمال کو بجالانے کی کوشش کرے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے ایک جدوجہد کرے تو خدا تعالیٰ جو وسیع تر رحمت والا ہے اور وسیع تر بخشش والا ہے اپنے بندے کی طرف بخشش اور رحم کی نظر سے متوجہ ہوتا ہے۔ پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو قرآن کریم نے ہمیں دی ہے۔ جس کے لئے کسی کفّارہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اور یہ کس طرح اور کن باتوں پر حاوی ہوتا ہے۔ وہ کون کون سی حالتیں ہیں جہاں انسان اپنے اعمال کا مکلّف نہیں اور کہاں وہ قابل مواخذہ ہوگا۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت علمی سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ گو یہاں یہ تو پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی وسعت علمی سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ لیکن ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ: 115) اب یہ دعا جو آنحضرت ﷺ کو سکھائی گئی جن کو ایسا علم دیا گیا تھا جو قیامت تک کے علوم پر حاوی ہے اور جو قرآن کریم نازل ہو رہا تھا خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کیا کیا علم و عرفان کے خزانے آپؐ پر نازل ہونے ہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم کے نازل ہونے کے بارہ میں جلدی سے کام نہ لو بلکہ یہ دعا کئے جا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ علم میں ترقی دیتا رہے تا کہ علم و عرفان کا جو سمندر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں موجزن فرمایا تھا، اس میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے۔

اور جب قرآن کریم نازل ہو گیا تب بھی آپ ﷺ کی یہ دعا تھی۔ تو آپ کے ماننے والوں کو اس دعا کی کس قدر ضرورت ہے اور اپنے علم کو وسعت دینے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے لئے آپؐ نے اپنی اُمّت کو

نصیحت بھی کی ہے کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین تک جانا پڑے۔ یعنی علم کے حصول کے لئے محنت کرو۔ اور اپنے علم میں اضافہ کی طرف تازندگی توجہ دیتے رہو۔ بےشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی نفس کو وہ تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ یعنی کسی شخص کو اُس وقت تک اس کا مکلّف نہیں کرتا، اس کی جواب دہی نہیں کرتا جب تک کسی معاملہ میں اس کی وسعت اور صلاحیت اور استعداد نہ پیدا ہو جائے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ حقیقی مومن کو علم کے حصول کی بھی کوشش کرنی چاہئے اور یہ صلاحیتیں پیدا کرنی چاہئیں اور حتی الوسع اپنے علم کو بڑھانے کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے۔ پس ایک تو وہ علم ہے جو کہ انبیاء کو خدا تعالیٰ دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ دعا بھی سکھائی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور دوسرے وہ علم ہے جو روحانی اور دنیاوی دونوں طرح کا ہے جس کے لئے ایک مومن کو محنت کرنی چاہئے اور ساتھ ہی دعا بھی کرنی چاہئے۔ اگر علم کے حصول کے لئے محنت کی ضرورت نہیں تھی تو پھر آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بے معنی ہے کہ علم حاصل کرو خواہ صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور اس کے لئے سفر کرنے پڑیں۔ لیکن علم کے حصول کے لئے صلاحیتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے دعا بھی سکھائی کہ صرف اپنے پر بھروسہ نہ کرو بلکہ علم کے حصول کے لئے دعاؤں سے بھی خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرو اور پھر جب یہ کوشش ہوگی تو ہر ایک اپنی اپنی استعدادوں اور وسائل کے لحاظ سے علم حاصل کرے گا۔ دماغی صلاحیتیں بھی خدا تعالیٰ نے ہر ایک کی مختلف رکھی ہیں۔ بچپن کی تربیت، اٹھان اور معاشرے کا بھی انسان پر اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بھی درجے مقرر فرمائے ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے علم حاصل کرے اور اس کے لئے کوشش کرے تو تب ہی تمہارے اندر وسعت پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے درجے مقرر فرما دیئے ہیں۔ یہ نہیں کہ کم ذہنی صلاحیتوں جو علم کی کمی کی وجہ سے یا قدرتی طور پر کسی میں ہیں یا ماحول کے اثر کی وجہ سے علم میں کمی ہے۔ اُسے بھی اسی طرح مکلّف کرے جتنا اعلیٰ ذہنی اور علمی صلاحیتوں والے کو اور جسے دینی اور دنیاوی علم حاصل کرنے کے تمام تر مواقع میسر آئے ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت علمی کی وجہ سے تمام حالات کو جانتا ہے۔ اس لئے جب وہ کسی کو مکلّف کرتا ہے تو وہ ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے جو کسی بھی انسان کے بارہ میں اس کے علم میں ہیں۔ اگر انسان اپنی صلاحیتوں کو جو خداداد ہیں اُس علم کے حصول کے لئے استعمال میں نہیں لاتا جس کے حاصل کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو ایسا شخص پھر جوابدہ ہے۔ یہاں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا کا مطلب یہی ہے کہ اپنے نفس کو تم نے اس طرح استعمال نہیں کیا جو اس کا حق بنتا تھا اور ایک مسلمان کہلانے والے کے لئے سب سے بڑھ کر دینی علم میں ترقی ہے جس کی

اس کو کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”طالب حق کو ایک مقام پر پہنچ کر ہرگز ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ ورنہ شیطانِ لعین اَور طرف لگادے گا اور جیسے بند پانی میں عفونت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اگر مومن اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے تو وہ گر جاتا ہے۔ پس سعادت مند کا فرض ہے کہ وہ طلبِ دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا۔ لیکن آپ ؐ کو بھی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دعا تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اَور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کرکے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے“۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 141-142 مطبوعہ ربوہ)

پس یہاں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا سے مطلب ہے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ علم کے حصول کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کوشش کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے رہو گے۔ کیونکہ وسعت علمی کی وجہ سے یعنی اُس علم کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ کی پہچان کی طرف مائل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک بڑھتا ہے اور اس ادراک کی وجہ سے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) کہ یقیناً حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔ پس علم میں اضافہ دل میں خشیت پیدا کرتا ہے۔ یہاں اُن علماء کا ذکر نہیں ہو رہا جو نام نہاد اور سطحی علماء ہیں۔ سطحی علم حاصل کرکے اپنے علم سے دوسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ جوں جوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے علم میں اضافہ ہوتا دیکھتے ہیں توں توں وسعت علمی اور خدا کی ذات کا ادراک انہیں ہوتا جاتا ہے اور ”جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا“ کا حقیقی مفہوم انہیں سمجھ آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے نا کہ ؎

جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 52)

یہ حقیقی مفہوم ہے جو ایک عالم کو سمجھ آتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے اور تب پتہ چلتا ہے کہ علمی لحاظ سے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کا حقیقی مطلب کیا ہے۔

دوسری بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس سے مَیں نے اخذ کی، جو آپ نے

بیان فرمائی کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر واضح فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ’’وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کی حد استعداد میں داخل ہے تا اس کے حکم تکلیف مالا یطاق میں داخل نہ ہوں‘‘۔(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ ۔سورۃ البقرۃ آیت287۔ جلد اول صفحہ 775) یعنی طاقت سے بڑھ کر نہ ہوں۔اس آیت سے پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا، ایمان کی حالت کے بارے میں،عقیدہ کے بارہ میں کہ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (البقرہ:286) یعنی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس کے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک دوسری جگہ فرمایا کہ یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس بارہ میں ایک حدیث بھی ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اس نے آ کے مختلف سوال کئے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ آیا اور گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور پھر سوال کئے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر پر یقین رکھے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...... حدیث نمبر 8)

اب یہ باتیں ایسی ہیں کہ جن کے ماننے میں کوئی تکلیف مالا یطاق نہیں۔اگر فطرت نیک ہو، اللہ تعالیٰ کی تلاش ہو تو کائنات کیا زمین پر ہی اللہ تعالیٰ کی پیدائش کے مختلف نظارے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین پیدا کرتے ہیں۔اور پھر اس کارخانہ قدرت کو دیکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہوئے ملائکۃ اللہ پر انسان غور کرتا ہے۔تمام نظام کائنات کو دیکھتا ہے اور غور کرتا ہے تو فرشتوں کی حقیقت بھی اپنی اپنی ذہنی اور علمی استعداد کے مطابق ہر انسان پر کھلتی چلی جاتی ہے۔پھر خدا کے انبیاء پر جو کتابیں اتریں ان پر مُہر جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں قرآن کریم نے ثبت کی۔اُن کی غلطیوں اور خامیوں اور تحریفوں کی نشاندہی کی۔ان کی بعض تعلیمات کی تصدیق کی اور بعض کی تردید کی۔قرآن کریم کی تصدیق اور اس کی حفاظت کا اعلان کر کے اور آج تک یہ ثابت کر کے کہ اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اس پر ایمان میں پختگی پیدا کرنے کا اعلان فرمایا۔اور جو تعلیم قرآن کریم میں دی، اس کے متعلق یہ اعلان فرمادیا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر عمل انسانی استعداد سے بالا ہو۔کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک کروڑ ہا مسلمانوں

نے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق اس پر عمل کر کے دکھایا۔

پھر رسولوں پر ایمان ہے۔ اگر رسولوں کا انکار کیا گیا، تو ان قوموں کی بدقسمتی تھی لیکن اُن کی تعلیم اور اُن کے دعوے کبھی ایسے نہیں ہوئے جو کسی انسان کو تکلیف میں ڈالیں۔ ہر نبی نے یہی کہا کہ مَیں اس طرح پر تمہیں خدا سے ملانے اور تمہارے فائدے کی تعلیم دینے کے لئے آیا ہوں، اور اس کے لئے مَیں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر خدا کے پاس ہے۔ میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں بلکہ تمہاری بھلائی ہے اور اس لئے کہ تم یوم آخرت پر یقین کرو اور جزا سزا کی تقدیر پر ایمان لاتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جناب سے نیک اعمال کر کے جزا حاصل کرو۔ اس کی رضا کی جنتوں میں جاؤ۔ اور نیک جزا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کس حد تک ہے؟ فرمایا کہ کسی بھی گناہ کا بدلہ اسی قدر ہے جتنا گناہ ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ فرماتا چلا جاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ جو تعلیم بھی انبیاء کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے ان کی استعدادوں کے مطابق ہے۔ اگر پہلی قوموں کی ذہنی صلاحیتیں کم تھیں تو ان کے سامنے ان کی تعلیم بھی اس کے مطابق رکھی۔ اسی حوالے سے جو مَیں نے بتایا کہ جبریل آئے تھے تو اسی مجلس میں جہاں ایمان کا ذکر ہوا، فرشتے نے ارکان اسلام کا بھی ذکر کیا اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا نماز ہے۔ پھر روزہ ہے، پھر زکوٰۃ ہے، پھر حج ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...... حدیث نمبر 8)

یہ نماز جو عبادت ہے، روزہ جو عبادت ہے، اس کے لئے بھی کسی کو مکلّف نہیں کیا۔ بلکہ اگر کوئی بیمار ہے تو اس کو بیٹھ کر یا لیٹ کر بھی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اگر سفر میں ہے تو جمع کرنے اور قصر کرنے کی اجازت ہے۔ اور اسی طرح روزہ ہے سفر میں نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ بیماری میں نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ زکوٰۃ ہے وہ صرف اُسی پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہے۔ حج ہے تو اُسی پر فرض ہے جو رستے کے وسائل بھی رکھتا ہو اور امن بھی ہو صحت بھی ہو تو اس کا حکم ہے۔ ساری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائیں وہ انسان کی طاقت کے اندر رہتے ہوئے اس کے لئے فرض ہیں اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہر طبقہ نے ان باتوں پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ قطع نظر اُن کے جو مسلمان عمل نہیں کرتے کروڑہا مسلمان ایسے گزرے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں، عمل کر کے دکھا رہے ہیں۔

اس حوالے سے تیسری بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا عمل اور نمونہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ کَانَ

لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب: 22) یقیناً تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اُسوہ حسنہ ہے۔ فرمایا کہ ’’ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں، اخلاق میں، عبادات میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت ﷺ کے تمام کمالات کو ظلّی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 156)

پس یہاں یہ فرمایا کہ تم اس نبی کی پیروی کرو۔ جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لفظ سے کی کہ ’’ظلّی طور پر‘‘ یعنی وہ معیار جو تم حاصل نہیں کر سکتے لیکن اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ان پر عمل کرنے اور ان کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے کوشش کرو اور یہ ہر مومن پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ صلاحیت ایک مومن میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے کہ ان نیکیوں کو بجا لائے جن کا اُسوہ آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔ صرف یہ کہنا کہ کیونکہ وہ معیار مَیں حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کوشش کی بھی ضرورت نہیں ہے، یہ بات ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے آزاد نہیں کر دیتی اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ اُمّت میں کروڑوں لوگوں نے یہ نمونے قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور کر کے دکھایا ہے کہ ایک عام مومن بھی اس اسوہ حسنہ کو جو رسول کریم ﷺ نے قائم فرمایا اپنی استعدادوں کے مطابق قائم کر سکتا ہے، بجا لا سکتا ہے، اس پر عمل کر سکتا ہے۔

پھر چوتھی بات اس حوالہ سے یہ ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تمام انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور جو تعلیم وہ لائے اسے قبول کرنے کا ہر ایک کو حکم ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ پر ایمان لانا ہی نجات کا بھی باعث ہے۔ لیکن اگر کسی پر اتمام حجت نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ کیونکہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی بات کا مکلّف نہیں بناتا اس لئے وہ شخص جس پر اتمام حجت نہیں ہوا۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ’’جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک ....اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں ہم اس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ ہم اس کی نسبت

نجات کا حکم دیں۔اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ہمیں اس میں دخل نہیں‘‘۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 775)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ان الفاظ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ علم محض خدا تعالیٰ کو ہے کہ اس کے نزدیک باوجود دلائل عقلیہ ،نقلیہ اور عمدہ تعلیم اور آسمانی نشانوں کے کس پر ابھی تک اتمام حجت نہیں ہوا۔ہمیں کسی کے باطن کا علم نہیں ہے اور چونکہ ہر ایک پہلو کے دلائل پیش کرنے اور نشانوں کے دکھلانے سے خدا تعالیٰ کے ہر رسول کا یہی ارادہ رہا ہے کہ وہ اپنی حجت لوگوں پر پوری کرے اور اس بارہ میں خدا بھی اس کا مویّد رہا ہے اس لئے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر حجت پوری نہیں ہوئی وہ اپنے انکار کا آپ ذمہ وار ہے اور اس بات کا بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے اور وہی اس بات کا جوابدہ ہوگا کہ باوجود دلائل عقلیہ ونقلیہ اور عمدہ تعلیم اور آسمانی نشانوں اور ہر قسم کی راہنمائی کے، کیوں اس پر حجت پوری نہیں ہوئی۔ پس گو بغیر اتمام حجت کے خدا تعالیٰ نے کسی کو مکلّف نہیں بنایا لیکن مخالفین اسلام اور احمدیت کو یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ان کے نفس کے دھوکے انہیں یہ بات کہنے پر مجبور تو نہیں کر رہے کہ ہم پر کوئی اتمام حجت نہیں ہوئی۔دنیا میں ہر طرف فساد اور آفات، وہ نشانات تو نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت کے طور پر ہیں۔جبکہ زمانہ کے امام کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

پھر پانچویں بات اس ضمن میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف عقل باتوں کو ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا اور اس وجہ سے اسے مکلّف نہیں ٹھہراتا کہ کیوں یہ باتیں نہیں مانیں۔قرآن کریم میں بے شمار جگہ حکیم کا لفظ آیا ہے۔ ہر بات جو ہے حکمت سے پُر ہے۔اس کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو بجالانے کا حکم دیتا ہے۔جو بھی حکم اتارا ہے تمام تر حکمتوں کے بیان سے اتارا ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کو جب مبعوث فرمایا اور جن کاموں کو آپ کے لئے خاص کیا ان میں حکمت پھیلانا بھی ایک کام تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو آئندہ آنے والے کے مقام کے بارہ میں دعا سکھائی گئی اُس میں بھی حکمت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا۔حکمت کیا ہے؟ عدل وانصاف کو جاری کرنا ہے۔اس کا مطلب علم کو کامل کرنا ہے۔اس کا مطلب ہر بات کی دلیل پیش کرنا ہے یعنی جب کوئی حکم دیا تو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی وجوہات بتائیں اور یہی عقل کا تقاضا ہے۔

مثلاً شراب اور جوئے سے اگر روکا ہے تو روکنے کے حکم کے ساتھ فرمایا کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرۃ:220) کہ وہ تجھ سے

شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ ان کاموں میں بڑا گناہ ہے اور نقصان ہے اور اس میں لوگوں کے لئے بعض منفعتیں بھی ہیں اور ان کا گناہ اور نقصان ان کے نفع سے بہت بڑا ہے۔

اب شراب پینے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ جہاں وہ انسان کو نشہ کی حالت میں لا کر عبادتوں سے روکتا ہے وہاں معاشرے کے امن کو بھی خراب کرتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اب ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شراب پینے والے کے جب وہ شراب کا ایک جام چڑھاتا ہے تو دماغ کے ہزاروں خلیے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے شراب پینے سے اس دلیل کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور یہی حال جُوا کھیلنے والوں کا ہے۔ جُوا کھیلنے والا اتنا زیادہ ایڈکٹ (adict) ہو جاتا ہے کہ عبادت سے محروم ہو جاتا ہے اور کسی چیز کی ہوش ہی نہیں رہتی۔ ناجائز ذرائع سے پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وقت کا ضیاع کرتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرتا ہے۔ عقل کے استعمال کی بجائے شراب اور جوئے کی برائیوں میں پڑے ہوئے جو لوگ ہیں وہ جوش اور غصّہ دکھانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن الکحل جو ہے اگر بالکل معمولی مقدار میں انسانی فائدے کے لئے دوائیوں میں استعمال کیا جائے، انسانی جان بچانے کے لئے دوائیوں میں استعمال کیا جائے تو وہاں یہ کی بھی جاتی ہے۔ ہومیو پیتھی دوائیوں میں بھی استعمال ہوتی ہے اور دوسری دوائیوں میں بھی۔ اتنی معمولی مقدار ہے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ لیکن خالص شراب جو ہے وہ پینے والے چاہیں تھوڑی پئیں وہ اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ عادت بڑھتی چلی جاتی ہے اور تھوڑی پینے کی جو عادت ہے وہ زیادتی میں بدلتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے تھوڑی پینے کی بھی ممانعت ہے۔

اسی طرح اگر اسلام میں روزہ کا حکم ہے تو اس کی حکمت بھی بیان کی گئی ہے اگر انسان سوچے تو نماز یا روزہ کا جو حکم ہے، خدا تعالیٰ کے جو یہ احکامات ہیں یہ انسانی فائدے کے لئے ہیں۔ عبادت کے علاوہ اس کی صحت اور اس میں ڈسپلن پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ جن کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ بھی فائدے کی چیزیں ہیں۔ جن کے کرنے کا حکم ہے وہ بھی بڑی حکمت لئے ہوئے ہیں اور انسان کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور بغیر حکمت بیان کئے اللہ تعالیٰ کسی کو یہ نہیں کہتا کہ تم اس کام کو کرو یا نہ کرو۔

چھٹی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ’’قویٰ کی برداشت اور حوصلہ سے بڑھ کر کسی قسم کی شرعی تکلیف نہیں اٹھوائی‘‘۔ مثلاً فرمایا کہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ :174) کہ اُس نے تم پر صرف مردار، خون، سؤر کے گوشت کو اور ان چیزوں کو جن کو اللہ کے سوا کسی اور سے نامزد کر دیا گیا ہو، حرام کیا ہے۔ مگر جو شخص ان اشیاء

کے استعمال پر مجبور ہو جائے اور نہ تو وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حدود سے آگے نکلنے والا ہو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اب یہ حکم ہے جو عقل کے مطابق ہے۔ حکمت لئے ہوئے ہے۔ اور انسانی قویٰ کی برداشت کے لحاظ سے بھی انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے کہ اگر جان کا خطرہ ہے تو ان حرام چیزوں کا استعمال کر تو سکتے ہو مگر صرف جسم کی بقا کے لئے، صرف سانس کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے۔ لیکن کوشش کرو کہ حتی الوسع ان سے بچو اور جہاں تک ہو سکے حرام اور حلال کے فرق کو قائم رکھو۔

پھر ساتویں بات یہ یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام انسانی طاقت کے اندر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’اس آیت سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں جن کی بجا آوری کوئی کر ہی نہ سکے اور نہ شرائع اور احکام خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے نازل کئے کہ اپنی بڑی فصاحت و بلاغت اور ایجادی قانونی طاقت اور چیستان طرازی کا فخر انسان پر ظاہر کرے‘‘۔ یعنی یہ بتائے کہ میرے میں سب طاقتیں ہیں اور کوئی اس قسم کا معمہ پیش کرے جس کو کوئی حل نہ کر سکتا ہو اور پھر بڑے فخر سے کہے کہ دیکھو میری بات تم سمجھ نہیں سکے۔ یہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ’’ نہ شرائع اور احکام خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے نازل کئے کہ اپنی بڑی فصاحت و بلاغت اور ایجادی قانونی طاقت اور چیستان طرازی کا فخر انسان پر ظاہر کرے۔‘‘ اور یوں پہلے سے ہی اپنی جگہ ٹھان رکھا تھا کہ کہاں بیہودہ ضعیف انسان؟ اور کہاں کا ان حکموں پر عملدرآمد؟‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے کسی مشکل میں ڈالنے کے لئے حکم نہیں دیئے تھے کہ کس طرح مَیں اپنے بندوں کو آزماؤں کہ یہ بیہودہ انسان اور کمزور انسان کس طرح میرے حکم پر عمل کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ ’’ خدا تعالیٰ اس سے برتر اور پاک ہے کہ ایسا لغو فعل کرے‘‘۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ (سورۃ البقرۃ آیت 287) جلد اول صفحہ 776)

پھر آٹھویں بات جو ہے اس تعلق میں یہ ہے کہ جو شرائط احکام کی بجا آوری کے لئے خدا تعالیٰ نے لگائی ہیں وہ ہر ایک کی ذہنی، جسمانی، علمی، معاشی، روحانی وسعت کے لحاظ سے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ علمی اور عقلی اور جسمانی اور معاشی اور روحانی کے لحاظ سے احکام بجا لانے کا پابند اور قابل مواخذہ ہے۔ لیکن جو فرائض اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں انہیں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق بجا لانا بہر حال ہر مومن پر فرض ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کے بارہ میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا۔ اس پر اس نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہاں اگر نفل پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتے ہو۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا ایک ماہ

رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے پوچھا اس کے علاوہ بھی روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ ہاں نفلی روزے رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے اس پر عرض کیا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی زکوٰۃ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہاں ثواب کی خاطر تم نفلی صدقہ دینا چاہو تو دے سکتے ہو۔ اس پر وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ کم۔ تو آپ ﷺ نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اسے کامیاب و کامران سمجھو"۔

(مؤطا امام مالکؒ باب جامع الترغیب فی الصلاۃ)

تو ہر ایک کی جو جو استعدادیں ہیں اس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ آپ کچھ نوافل کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔

پھر نویں بات یہ کہ قرآن کریم کے تمام احکامات قابل عمل ہیں۔ اس کا اور رنگ میں مختصر ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو انسان پر بوجھ ہو۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اُسوہ پر عمل کرنے کے ضمن میں مَیں نے بتایا کہ حقیقی مومن اُن پر چلتا ہے اور چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق اور زندگی قرآن کریم کے احکامات کی عملی تصویر ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل مسند عائشہؓ جلد نمبر 8 صفحہ 305 حدیث نمبر 25816 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1998ء)

پس اپنی اپنی حیثیت اور استعدادوں کے مطابق ہر ایک کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ کیونکہ وہ کسی مومن کو بھی بلاوجہ تکلیف میں نہیں ڈالتا اس لئے جو بھی احکامات ہیں ہر انسان کی عمل کرنے کی طاقت کے اندر ہیں۔

پھر دسویں بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سچی خوابیں بھی ہر انسان کو اس لئے دکھاتا ہے تاکہ اُسے انبیاء کی وحی والہام کا کچھ حد تک ادراک ہو سکے۔ اگر کبھی سچی خواب ہی نہ آئی ہو تو وہ انبیاء کے دعوے کو بھی محض جھوٹ سمجھے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:" جو نبی آتا ہے اس کی نبوت اور وحی والہام کے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں ایک ودیعت رکھی ہوئی ہے اور وہ ودیعت خواب ہے۔ اگر کسی کو کوئی خواب سچی کبھی نہ آئی ہو تو وہ کیونکر مان سکتا ہے کہ الہام اور وحی بھی کوئی چیز ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اس لئے مادہ اُس نے سب میں رکھ دیا ہے"۔ (تفسیر

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ۔سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 776) چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں کو بھی سچی خوابیں آتی ہیں۔

گیارہویں بات یہ کہ بچپن کا زمانہ اور جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے کا زمانہ بے خبری کا زمانہ ہے۔ اسی طرح جو کم عقل ہیں یا ذہنی معذور ہیں، ان کا احکامات پر عمل نہ کرنا یا اُس طرح پابندی نہ کرنا قابل مواخذہ نہیں ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے گا جیسا کہ خود اس نے فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ۔سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 777)

بارہویں بات یہ کہ اگر جوانی اور پوری ہوشیاری اور عقل اور تمام قویٰ کی صحت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ ہو تو پھر یہ بات قابل مواخذہ ٹھہرے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''ایک ہی زمانہ ہے............یعنی شباب کا'' زمانہ۔ جوانی کا زمانہ، ''جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشوونما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مواخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لئے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں۔ لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بنا دے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانے کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ۔سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 777)

پس باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جو احکام دئے ہیں اور جن کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے اگر ایک انسان ان کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع تر رحمت اور بخشش کی خوشخبری دی ہے۔ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور خود انسان اپنی وسعتوں اور طاقتوں کا فیصلہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتا ہے تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یہ بات جہنم میں لے جانے کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہنے کے بعد آگے فرمایا ہے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کہ اس نے جو اچھا کام کیا وہ بھی اس کے لئے نفع مند ہے اور جو اس نے بُرا کام کیا وہ بھی اس پر وبال ہو کر پڑے گا۔ نیکی کے لئے كَسَبَتْ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو آسانی سے ہوسکتا ہے۔ اگر ارادہ ہو۔ کیونکہ نیکی فطرت کے مطابق ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنی بدقسمتی سے فطرت کے مطابق عمل کرنے کی بجائے اکتساب کا راستہ اختیار کرتا ہے جو غیر فطری بات ہے۔ اخلاقی قوتوں کو صحیح مواقع پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے انسان اس راستے پر چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ آسان راستہ ہے۔ لیکن جب گناہوں اور برائیوں میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ پھر احساس ہوتا ہے کہ مَیں ایک تکلیف دہ راستے کی طرف چل پڑا ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکتساب کا ایک یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ بدیوں میں صرف اُس بدی کی سزا ملے گی جس میں اکتساب کا رنگ ہو یعنی قصداً اور ارادۃً اس کا ارتکاب کیا جائے۔ اس کو نہ چھوڑے بلکہ جان بوجھ کر اس کو کرتا چلا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نہ تو کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف میں ڈالتا ہے اور نہ کوئی ایسے احکامات دیتا ہے جو اس کو تکلیف میں ڈالنے والے ہوں بلکہ عفو اور درگزر اور بخشش سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر کسی بدی کے ارتکاب پر انسان کو جرأت پیدا ہو اور وہ کرتا ہی چلا جائے تو پھر اس کی سزا ہے۔ اس لئے ہمارے پیارے اور مہربان خدا نے اس آیت کے اگلے حصے میں ہمیں یہ دعا بھی سکھا دی کہ نیک کاموں کی طرف توجہ رہے جو ہر حال میں فطرت کے مطابق ہیں اور ان پر عمل کرنا انسان کی پہنچ کے اندر بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاغْفِرْ لَنَا ۔ وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کہ اے ہمارے ربّ اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں سزا نہ دینا۔ اے ہمارے ربّ! اور تو ہم پر اس طرح ذمہ داری نہ ڈالنا جس طرح تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ڈالی اور اے ہمارے ربّ ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔ ہم سے درگزر کر۔ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا آقا ہے۔ پس کافروں کے خلاف ہماری مدد کر۔

تزکیہ نفس کے لئے یہ دعائیں انتہائی ضروری ہیں۔ کیونکہ جب تزکیہ نفس ہوگا تو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کا صحیح ادراک بھی ہوگا۔ انتہائی عاجزی سے انسان یہ دعا کرتا ہے کہ اے ہمارے خدا ان نیک باتوں کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں نہ پکڑ جن کو ہم بھول گئے۔ ان لوگوں کا انجام ہمیں نہ دینا جن پر تیری گرفت ہوئی

تھی۔اب یہ اُن کا انجام نہ دینا' اس لئے نہیں تھا کہ ہم بغاوت کرنے والے یا حد سے بڑھنے والے تھے یا تیرے حکموں کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ بلکہ بوجہ نسیان یا بھول چوک جو انسانی فطرت کا حصہ ہے ہم اسے نہ کر سکے۔اس لئے ہمارے سے اگر کوئی بھول چوک ہوئی ہے تو ہمیں کہیں ان لوگوں میں شمار نہ کر لینا جو عادتاً یہ کرنے والے لوگ تھے۔اور پھر انتہائی عاجزی سے ایک مومن یہ دعا بھی کرتا ہے کہ اے خدا ہم سے اُن باتوں کا مواخذہ نہ کر جو ہم نے عمداً اور جان بوجھ کر نہیں کئے۔ بلکہ سمجھ کی غلطی سے ہم سے وہ عمل سرزد ہو گئے اور ہم سے جو عہد لئے ہیں جو بوجھ ہم پر ڈالے ہیں ان کا حال بھی پہلی قوموں جیسا نہ ہو بلکہ ہمیں ہمارے عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ورنہ ہم بھی ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں جو قابل مواخذہ ٹھہرے تھے۔اور پھر باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔لیکن ایک حقیقی مومن اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے کا یہ کام ہے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اس کے اس قول کا حوالہ دیتے ہوئے یہ دعا کرے کہ کہیں میری شامت اعمال مجھے طاقت سے بڑھ کر کسی ابتلا اور بوجھ میں نہ ڈال دے۔اس لئے مجھ سے ہمیشہ درگزر کا سلوک فرما۔ مجھے ہمیشہ اپنی بخشش کی چادر میں لپیٹ لے اور مَیں ہمیشہ تیرے رحم سے حصہ لیتا رہوں اور جس امام کو قبول کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی ہے اس پر ہمیشہ قائم رہوں اور بڑھتا چلا جاؤں۔اور میری کمزوریاں میرے دشمن کو کبھی یہ موقع نہ دیں کہ وہ میرے ایمان کو ضائع کر سکے، یا میری وجہ سے میرے دین یا جماعت کو نقصان پہنچ سکے۔بعض دفعہ ایک فرد کی غلطی جماعت کو ابتلا میں ڈال سکتی ہے۔اس لئے'' ہم'' کہہ کر تمام مومنوں کو من حیث الجماعت ایک دوسرے کے لئے دعا کی طرف توجہ دلائی ہے تا کہ دعاؤں کا مجموعی اثر ہو اور ہر فرد کو بھی اپنے آپ کو پاک کرنے اور ذمہ داری کو سمجھنے کی طرف توجہ پیدا ہو اور جماعت بھی مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتے ہوئے دشمن کے ہر شر سے محفوظ رہنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکامات پر ہماری تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بجالانے کا حکم یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہماری صلاحیتوں اور استعدادوں کو دیکھتے ہوئے دیا ہے اور صرف ہم ایک جگہ کھڑے رہنے والے نہ ہوں بلکہ ہر قسم کی وسعتوں میں خدا تعالیٰ اضافہ فرماتا چلا جائے اور من حیث الجماعت بھی ہم ترقی کی شاہراہوں پر تیزی سے منزلیں طے کرتے چلے جائیں۔اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے۔